نہ　داماد　عطا　اُو　را　فقط　دان
مُراد　و　اِعتماد　و　دادِ　اُو　بُود

کفیل　و　ذوالکفل　را　پدرِ　مُشفق
برائے　خواہرانِ　آنہا　حِصارِ　آبرو　بُود

الٰہی　از　تو　بر　اُو　جُود　خواہم
کہ　اُو　بر　خَلقِ　تو　،　خُود　نرم　رُو　بُود

☆......☆......☆

حبیب الرحمٰن بٹالوی

حافظ سید محمد وکیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

''یہ سوچ کر میں نے چنی ہے آخری آرامگاہ
میں تھا مٹی اور مجھے مٹی کا گھر اچھا لگا''

۱۶/اپریل ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ سید وکیل شاہ جی بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ دوسرے دن صبح سات کے قریب ان کا جسد خاکی جلال باقری قبرستان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ طبیعت ان کی کافی دنوں سے مضمحل چلی آرہی تھی۔ خبریں اچھی نہیں مل رہی تھیں۔ کولہے کی ہڈی کے فریکچر کے بعد ان کی نقل وحرکت اولاً لاٹھی کے سہارے اور پھر مریضوں والے واکر پر گھر سے باہر دار بنی ہاشم کے صحن اور پھر گھر تک محدود ہو کے رہ گئی تھی۔ اخبار بینی دوست احباب سے ملاقات، مجلسی زندگی ان کا خاصہ تھا۔ کبھی دور تھا کہ ان کی زندگی میونسپل کالج اوکاڑہ سے لے کر خیر المدارس اور پھر تعلیمی بورڈ ملتان سے زکریا یونیورسٹی تک پھیلی ہوئی تھی۔ سائیکل پر ایک سال خوردہ ''پھرتیلا نوجوان'' کبھی سول لائنز کالج جاتے ہوئے نظر آتا اور کبھی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے دفتر میں دکھائی دیتا۔ اگر کسی امتحانی سنٹر میں طلباء کنٹرول نہیں ہو رہے تو چاہے وہ یونیورسٹی ہو یا بورڈ کا امتحان ایف اے، ایف ایس سی کا معرکہ ہو یا ایم اے، ایل ایل بی کا محاذ، شاہ جی کو بلایا جاتا کہ مہربانی کریں۔ پھر ایک دفعہ یہ بھی دیکھا گیا کہ شہر کا ایک اہم سول افسر ایل ایل بی کے امتحان میں نقل کرتے ہوئے پکڑا گیا پوری انتظامیہ اس کی پشت پر ہے، سفارشی ہے مگر ہمارے شاہ جی کہتے ہیں مجھے معلوم ہے ڈسپلن کمیٹی آپ کو چھوڑ دے گی مگر میں اپنا فریضہ ضرور پورا

کروں گا کہ میرا ضمیر مطمئن رہے۔ انھوں نے کام کرتے ہوئے کسی کی تعریف کی توقع یا کسی کی ملامت کی کبھی پروانہیں کی۔ نڈر اور بے باک ہوکر کام کرتے۔ صاف ستھری زندگی بسر کی۔ انتہائی شریف النفس نیک اور صالح آدمی تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ملتان یونیورسٹی، بعدازاں تعلیمی بورڈ ملتان میں بطور چیف سکریسی آفیسر ایک عرصہ کام کیا مگر کسی تخت نشیں کے سامنے کبھی جھکے نہیں، بکے نہیں۔ کام ملتا ہے نہیں ملتا۔ کبھی پروانہیں کی کہ اقبال کا یہ مردِ درویش اس ابدی اور آفاقی عقیدے پر یقین رکھتا تھا کہ

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر وغنا نہ کر　　　　کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

شاہ جی سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ کوئی نصف صدی پر محیط ہے۔ جب تعلیمی بورڈ ملتان وجود میں آیا اور مارکنگ کے لیے پرچے گھروں میں بھیجے جاتے تھے۔ شاہ جی اوکاڑہ سے اپنے ساتھی علامہ فضل احمد عارف (جنھوں نے تسبیح فاطمہؓ، سیرت بایزیدؒ اور استخارے کی حقیقت جیسی وقیع کتابیں تصنیف کیں) کے ہمراہ، پرچے جمع کرانے کے لیے دفتر تشریف لایا کرتے۔ میں تو کچھ بھی نہیں تھا ان بزرگوں کے سامنے طفلِ مکتب تھا۔ ان کی عظمت اور بڑھائی کا معترف ہوں کہ مجھ ہیچ مدان کو ملاقات کا شرف بخشتے۔ طویل گفتگو رہتی۔

مختار مسعود نے اپنی کتاب ''آوازِ دوست'' میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''اردو نے جب بھی اپنے سرمایہ افتخار پر ناز کیا تو اسے بہت سے لوگ یاد آئیں گے۔ ان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ بھی شامل ہوں گے۔ میں شاہ جی کی تقریر سے محروم رہا تو تقریب بہر ملاقات نکال لی۔ یہ ملاقات منشی عبدالرحمٰن خاں کے ذمہ تھی۔ انھوں نے شاہ جی سے بات کی تو وہ ٹال گئے کہنے لگے کہ میں ساری عمر انتظامیہ سے لڑتا آیا ہوں۔ ڈپٹی کمشنر اگر بلانا چاہے تو وارنٹ گرفتاری نکالے میں نے عرض کیا، میں نے تو شاہ جی سے حاضری کی اجازت چاہی تھی۔ اگلے ہی روز شاہ جی میرے یہاں مہمان بن کر تشریف لے آئے۔ گفتگو شروع ہوئی تو منشی عبدالرحمٰن نے کاغذ نکالا اور یادداشت لکھنے میں مشغول ہوگئے یہ ملاقات کوئی تین گھنٹوں پر محیط تھی اور وہ جو ایک نوجوان اور تھا وہ تمام وقت خاموش بیٹھا رہا۔''

وکیل شاہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ نوجوان میں تھا۔ چنانچہ ملتان بورڈ کی ملازمت کے دوران جب وکیل شاہ جی وہاں چیف سیکریسی آفیسر تھے۔ ان سے بہت ساری باتیں ہوتی رہیں اور شاہ جی کی یہ یادوں بھری باتیں اور باتوں بھری یادیں ایک عہد کی حیثیت رکھتی ہیں جو وسعت داماں کی متقاضی ہیں۔

ملتان یونیورسٹی میں سابق کنٹرولر چودھری شفیق احمد اور ڈپٹی کنٹرولر لالہ ظفران کے قریبی دوستوں میں سے تھے ان میں لالہ ظفر جب بھی دار بنی ہاشم آتے، شاہ جی راقم کو بھی یاد فرماتے شاہ جی ایک باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ ہنسی

مزاح کے پھول بکھیر رہے تھے کہ چائے آ گئی لالہ ظفر کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھی۔ کہنے لگے شاہ جی یہ میری ڈیوٹی (Due Tea) ہے۔یعنی یہ میری وہ چائے ہے جو آپ کی طرف بنتی تھی۔

شاہ جی ایک مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے۔مجلسی زندگی پر جان دیتے تھے۔ بذلہ سنجی، لطیفہ گوئی اور حاضر دماغی ان کی طبیعت کا زیور تھا۔ایک روز دفتر میں بیٹھے ہوئے، ساتھیوں میں سے ایک گھریلو مسائل کا رونا رو رہا تھا صنفِ مخالف میں نشاطِ شادی کے بعد پیدا ہونے والی مستی کا ذکر کر رہا تھا۔ کہ شاہ جی نے یہ واقعہ سنا کر محفل کو زعفران زار بنا دیا۔فرمانے لگے: ایک آدمی ہوٹل میں گیا، بیرا آیا۔ کہا، کہیں سے ٹوٹا ہوا پرانا چھابا لے کے آؤ۔ وہ لے آیا پھر وہ آدمی اس بیرے سے کہنے لگا۔اب اس طرح کرو کہ اپنے ہوٹل کے تندور سے دو جلی ہوئی روٹیاں لے کر آؤ۔ بیرے نے پریشان ہو کر پوچھا جناب! مسئلہ کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آیا۔ گاہک تو اچھی اچھی چیزیں طلب کرتے ہیں۔ جواب دیا ''میں ذرا گھر کا ماحول بنانا چاہتا ہوں''

شاہ جی اکثر اپنے دوستوں کا ذکر کرتے۔ان میں سے انگریزی کے پروفیسر شیخ فیاض کے بارے میں کہتے یہ میرا دوست شیخ بھی ہے اور فیاض بھی ہے۔ ہے نا مزے کی بات! پروفیسر صابر لودھی کی باتیں کرتے ہوئے ایک دفعہ بتایا کہ پروفیسر صابر کے والد صاحب کو آخر عمر میں فالج ہو گیا تھا۔ وہ ویسے ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھے۔صابر لودھی اپنے درس و تدریس کے فریضہ سے فارغ ہو کر ہمہ وقت والد صاحب کی خدمت میں گزارتے۔ اٹھاتے، بٹھاتے، لٹاتے، کروٹ بدلتے، دوا دارو اپنے ہاتھ سے دیتے۔ صابر لودھی کہتے ہیں ایک دفعہ میں گھر آیا تو والد صاحب کو چارپائی پر نہ پایا۔ وہ کہیں ادھر ادھر ہوتے ہواتے، لڑھک کر گر گئے۔ دیکھا تو چارپائی کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں اپنے ہاتھوں میں اٹھایا۔ بڑے پیارے سے ان کا بوسہ لیا۔ چارپائی پر لٹایا۔ اب وہ مجھے کوس رہے ہیں۔ برا بھلا کہہ رہے ہیں کہ تیری وجہ سے یہ سارا کچھ ہوا ہے۔ میں ان سے پیار کر رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں ابا جی! آج آپ مجھے بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔ جی چاہتا ہے آپ کی شادی کر دوں!

شاہ جی کا گھرانہ دین و دانش کا گہوارہ ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی حوصلہ ہمت نہ ہارنا ان کا خاصہ ہے۔ سید ذوالکفل بخاری کی جدائی پر تعزیت کرنے والوں میں، میں بھی شامل تھا۔ اندر سے ٹوٹ پھوٹ رہا تھا۔ طبیعت سنبھل نہیں پا رہی تھی۔ تقریباً سبھی کا یہی حال تھا۔ معاویہ شاہ جی کہہ رہے تھے ''استاد جی دھوکا دے گئے'' الیاس میراں پوری کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ ریاض جام اور ماسٹر محمد یوسف حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ جیسے

قوائے بدن سب چور ہوئے اک دل کے شہادت پانے سے   فوجوں میں تلاطم برپا تھا سالار کے مارے جانے سے

وکیل شاہ جی ہمیں کہنے لگے یار! تم لوگوں کو ہمیں حوصلہ دینا چاہیے۔ تمہارا اپنا یہ حال ہے تو ہم کدھر جائیں۔ بڑی ہمت کے ساتھ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے جاتے۔ مگر جوان موت، ایک خوبصورت اور خوب سیرت بیٹے (کہ مشفق خواجہ، ڈاکٹر